خلوص نیت اور اسکے زریں نتائج

(۳)

(از محترمہ رقیہ بنت خلیل عرب صاحبہ لکھنؤ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں میں سے پہلی دعا کی تفصیل گذر چکی۔ اس کے بعد دوسری دعا ہے وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۔ اے میرے پالنے والے مجھے اور میری اولاد کو اصنام کی پرستش سے محفوظ رکھنا۔ آپ نبی ہیں اور آپ کو یقین ہے کہ آپ سے گناہ شرک صادر نہیں ہوسکتا لیکن بارگاہ ایزد ذوالجلال میں گناہ شرک سے پاک رہنے کی دعا اپنے نفس کو تسکین دینے کی غرض سے اور اپنے تمام مطالب میں ایزد متعال کے فضل وکرم کی احتیاج کو ظاہر کرتے ہوئے عبادت اوثان اور گمراہی سے اپنے اور اپنی اولاد کیلئے محفوظ رہنے کی دعا فرمائی اس کے بعد کی آیۃ کا یہ ٹکڑہ کہ رب انھن اضللن کثیرًا من الناس اے میرے پالنے والے ان اصنام نے بہتوں کو گمراہ کیا ہے۔ اصنام چونکہ گمراہی کا سبب قرار پاتے ہیں اسلئے گمراہی کی نسبت ان کی طرف مجازًا فرمائی۔ جیسے کہا جاتا ہے فتنتھم الدنیا وغرتھم دنیا نے انھیں فتنے اور دھوکے میں ڈال دیا۔ یعنی دنیا کی زینت وزیبائش نے انھیں دھوکے اور غفلت میں مبتلا کر دیا۔

تیسرا امر جو اسلام کا اصل الاصول اور رکن رکین ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان کا سب سے پہلا اور بڑا تعلق خداوند تعالیٰ سے ہے اس کے بعد ماں باپ وغیرہم سے ہے لیکن چونکہ اولاد سے انسان کو خاص طور پر قربت رہتی ہے اور اس سے گہرا تعلق رہتا ہے اسلئے یہ صاف صاف ظاہر کر دیا کہ گو اولاد سے گہرا تعلق سہی لیکن اگر وہ امر الٰہی میں نافرمان ہوں تو ان کے تعلقات خداوند تعالیٰ کی قربت کے مقابلے میں قربان کئے جاسکتے ہیں اور بتقاضائے شان نبوت نافرمانوں کے لئے بھی بددعا نہیں فرماتے بلکہ تلمیحا رحمت خداوندی اور اس کی مغفرت کا دروازہ کس خوش اسلوبی سے کھٹکھٹاتے ہیں ومن عصانی فانك غفورٌ رحیم اور جو میری نافرمانی کرے تو اس کے لئے آپ بہت بڑے مغفرت ورحم فرمانے والے ہیں پھر آپ اپنے اور اپنی اولاد کیلئے دولت امن اور ایمان کو تمام ضروریات زندگی پر مقدم رکھتے ہوئے اب بارگاہ خداوندی میں ایک ایسی جامع عرض پیش کرتے ہیں جو لوازمات دنیوی اور فلاح اخروی کی جامع تفسیر ہو اس بے آب وگیاہ سنسان وادی میں اپنے اہل وعیال کو چھوڑتے ہوئے ہر جاندار کے رزق دینے والے سب کے محافظ پروردگار کی جناب میں صرف اطمینان قلب کیلئے جو فطرتی جذبہ ہے ان کے دین ودنیا کی خبر کیلئے ان دل آویز اور خلت ومحبت سے لبریز الفاظ کے ساتھ دعا کرتے ہیں۔ رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ ط اے ہم سب کے پروردگار (تو دیکھ رہا ہے کہ) ایک ایسے میدان میں جہاں کھیتی کا نام ونشان نہیں ہیں نے اپنی بعض اولاد تیرے محترم گھر کے پاس لاکر بسائی ہے اور خدایا! اس لئے بسائی ہے کہ نماز قائم رکھیں (تاکہ یہ محترم گھر

عبادت گزاران توحید سے خالی نہ ہے) پس تو (اپنے فضل وکرم سے) ایسا کر کہ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہو جائیں اور ان کے لئے زمین کی پیداوار سے سامان رزق مہیا کردے تاکہ (بے آب وگیاہ ریگستان میں رہ کر ضروریات معیشت سے محروم نہ رہیں اور) تیرے شکر گذار رہوں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول معتبر سند سے تفسیر ابن جریر میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دعا میں الناس کا ذکر کیا ہے اگر بجائے اس کے دنیا کے لوگوں کے دل کعبۃ اللہ کی طرف مائل ہو جائیں فرمادیتے تو روئے زمین میں کوئی ایسا نہ ہوتا جسکے دل میں مکہ کا شوق نہ پیدا ہوتا۔

(**نکتہ**) هوی یهوی۔ کسی چیز کے اوپر سے نیچے گرنے کو کہتے ہیں اور کوئی چیز جب اوپر سے نیچے گرنے لگتی ہے تو بے قابو ہو جاتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس لفظ سے یہ ایما تھا کہ جس طرح فضائے بلند سے کوئی چیز اپنی طرف آتی ہے تو اپنے آنے میں بے قابو ہو جاتی ہے اسی طرح قلوب انسانی میں تیرے اس گھر کی کشش پیدا فرمادے اور ان کے دل بے قابو ہو کر اس ارض مقدس کی طرف ٹوٹ پڑیں۔

اصطفائے ابراہیمی کا یہ دوسرا پہلو ہے کہ اگر اسکا مشاہدہ کرنا چاہو تو اس وادی غیر ذی زرع میں جاکر دیکھو کہ ابلہ پا مائیں اپنے ان شیرخوار بچوں کو کمر سے باندھے ہوئے جو سفر کی مشقتوں سے اور آب وہوا کی ناموافقت سے سوکھ کر قاق ہو گئے ہیں باوجود اس کے بے تابانہ دعوۃ ابراہیمی کو لبیک کہتی چلی جارہی ہیں اور زیارت بیت اللہ کا یہ بے تابانہ شوق اس زمانے پر کبھی منحصر نہ رہا اور نہ رہیگا جب وادی غیر ذی زرع نعمت امن سے بھی مالا مال رہے۔ بلکہ اس زمانے میں بھی جبکہ انسان بیت اللہ کا رخ کرتا تھا تو اس یقین کے بعد کہ درندہ خصال بدروں کے پنجۂ ظلم سے اور شمشیر بغاوت فی الدین سے وہ جانبر نہ ہو سکیں گے اور زیارت یادگار ابراہیمی کی راہ میں انھیں اپنی نقد جان قربان کرنا پڑیگی لیکن ان کی زبان حال والہانہ جذبات میں یہ کہتی ہوئی پڑھتی تھی۔

پیکاں ترا بجاں خریدار + من مرہم و دیگر اں نخواہم

امور دنیہ میں نیت کی اہمیت

یہ پہلے ہی عرض کیا جا چکا ہے کہ اسلام کا اصل الاصول اپنے متبعین کے خیالات کی اصلاح کرنا ہے اور اس طرح گویا ان کے دلوں کے خراب ارادوں کا ان کے دلوں سے بالکل استیصال کر دینا ہے تاکہ نیتوں اور ارادوں کی خرابی سے جو بڑے بڑے اعمالی خطرات وقوع میں آتے ہیں ان کا قلع قمع ہو جائے اور اعمال کی قبولیت کا دارومدار درستی نیات پر رکھا تاکہ قانون شرعی جس غرض و غایت کیلئے وضع فرمایا گیا ہے وہ غرض امتداد زمانہ یا کسی اور وجہ سے مفقود نہ ہونے پائے اور پیروان اسلام اس کی اہمیت کو اپنے ہر عمل میں ملحوظ رکھیں۔ امور دینیہ میں جو نیت کو اہمیت حاصل ہے اس کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہو سکتا ہے لن ینال اللہ لحومها ولا دماؤها ولکن یناله التقوی منکم اللہ تعالیٰ کو قربانی کا گوشت یا خون نہیں پہنچتا بلکہ ان کو تو تمہاری پرہیزگاری مقصود ہے۔ چنانچہ ایک وہ غریب شخص جس نے قربانی کو فریضہ الہیہ سمجھکر اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کی خاطر حسب استطاعت معمولی جانور قربانی میں کیا ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ مقبول بارگاہ ایزدی

ہوگا برخلاف اسکے اگر ایک متمول مالدار نے فخر ومباہات نام ونمود کی غرض سے اعلیٰ سے اعلیٰ قربانی خریدی لیکن چونکہ اس میں بجائے خدا کی خوشنودی کے ریا ونمود شامل ہوگیا اس لئے وہ سب اکارت ہوا اس کی مثال تو بالکل اس معمار کی ایسی ہوگی جس نے عمارت بناکر کھڑی کرلی لیکن اس کی نیو میں خرابی کردی نتیجہ ظاہر ہے کہ ایک ہی اشارہ میں اس کی ساری محنت اکارت جائے گی اسلئے کہ عمارت کی پائیداری کیلئے نیو کی مضبوطی شرط ہے۔

عبادات دینیہ میں نیت کا اثر وہ خالص نیت جو عمل سے مجرد (خالی) ہو ثواب کا مستحق کردیتی ہے برخلاف اسکے ایسا عمل جو خالص نیت سے مجرد ہو اس پر ثواب نہیں ملتا۔ کتاب وسنت اور اتفاق ائمہ سے یہ بخوبی واضح ہے کہ اعمال صالحہ اگر خالص نیت کے ساتھ نہیں صادر ہوئے تو وہ نامقبول ہیں صحیحین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی طرح پر مروی ہے۔

(۱) آپ نے ارشاد فرمایا جس نے نیکی کی نیت کرلی اور اس پر عمل نہیں کیا اس کے لئے ایک نیکی ہے۔

(۲) جس نے نیک عمل کی نیت کی، ورحتی الامکان اس پر عمل کیا لیکن اس کی تکمیل سے قاصر رہا تو اس کے لئے پورا اجر ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیحین میں وارد ہے۔ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ مدینے میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ تم کوئی وادی نہیں طے کرتے اور نہ کوئی راستہ قطع کرتے ہو مگر وہ تمہارے ساتھ ہیں (یعنی ان کی نیتیں) اصحاب نے عرض کیا وہ لوگ تو مدینہ ہی میں ہیں فرمایا ہاں وہ مدینہ میں ہیں کیونکہ ان کو مجبوری نے روک رکھا ہے۔

کبشتہ الانماری کی حدیث کو ترمذی رحمہ نے صحیح کہا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اپنے ہم اشخاص کو مثالاً ذکر کیا اور فرمایا کہ ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے علم اور مال سے سرفراز فرمایا ہو اور وہ اسکو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرے ساتھ ہی اللہ کا مطیع وفرمانبردار بندہ ہو اور ایک دوسرا شخص جسے اللہ تعالیٰ نے علم دے رکھا ہو لیکن وہ مال سے محروم ہو پھر یوں کہے کہ اگر میرے پاس بھی اتنا مال ہوتا جتنا خدا نے فلاں کو عطا کیا ہے تو میں بھی اس کو ایسا ہی نیک کام میں خرچ کرتا جیسا وہ کرتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا وہ دونوں اجر میں برابر ہیں۔

اور ایک ایسا شخص ہے جسے مال بکثرت میسر ہو لیکن علم سے محروم ہو وہ اس مال کو اللہ کی نافرمانی میں برے کاموں میں صرف کرے نیز دوسرا شخص جو علم سے اور مال سے محروم ہو وہ یہ کہے کہ اگر میرے پاس بھی اتنا مال ہوتا جتنا فلاں کے پاس ہے تو میں بھی ویسے ہی خرچ کرتا جیسا وہ کرتا ہے تو رہ دونوں گناہ میں برابر ہیں۔

صحیحین میں یہ بھی وارد ہے کہ جو شخص ہدایت کی طرف لوگوں کو راغب کریگا اس کو اتنا ہی اجر ملیگا جتنا اس ہدایت پر چلنے والوں کے لئے ہے بغیر اس کے کہ ان کے حقوق میں سے کچھ بھی کمی کی جائے۔ اسی طرح اگر کسی نے گمراہی کی طرف لوگوں کو راغب کیا۔ تو اس کو اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا اس ضلالت کے ارتکاب کرنے والوں کے لئے ہے بغیر اس کے کہ ان کے عقاب میں سے کچھ کمی کی جائے۔

صحیحین کی روایت ہے کہ جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر میں ہوتا ہے تو اس کے نیک اعمال اتنے ہی لکھے جاتے ہیں جتنے وہ صحت واقامت کیوقت کیا کرتا تھا اس قسم کی نظیریں اور بہت ہیں۔